قرآن فہمی کے بنیادی اصول ومراتب

علی اسعدی

کلام خداوندی کو درستگی کے ساتھ سمجھنے اور قرآن کی تفسیر بیان کرنے میں مہلک گرداب وانحراف سے بچنے کے لئے قرآن فہمی کے بنیادی اصولوں کی پیروی کرنا لازمی ہے ۔ جو تفسیر ان بنیادی اصولوں سے مطابقت رکھتی ہو اسے قبول کرلیا جانا چاہئے اور کلی یا جزوی طور پر اصولوں سے مطابقت نہ رکھنے والی تفسیروں کو ترک کردینا چاہے۔ اس اصول کی پیروی کے نتیجے میں ہمیں قرآنی ہدایت ورہنمائی کا عظیم بیش وقیمت سرمایہ حاصل ہوجائے گا اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو نہ صرف یہ کہ ہم قرآنی ہدایت ورہنمائی سے محروم ہوجائیں گے بلکہ گمراہی کے بھنور میں پھنس جانا بھی بعید از امکان نہیں ہے۔ پس زیر نظر مقالہ کا مقصد قرآن فہمی کے سلسلے میں بنیادی اصول وعقائد کی تحقیق کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے تاکہ قرآن پڑھنے والوں کو کلام اللہ کے سمجھنے میں لازمی مدد فراہم ہوسکے ۔ ادارہ

قرآن فہمی کے بنیادی اصولوں کے سلسلے میں گفتگو کے دوران ان اہم نکات اور مباحث کو موضوع بحث قرار دینے سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ قرآن ایک قابل فہم کتاب ہے لیکن اس کا دارومدار قاری کی استعداد صلاحیت اور متدبرین کی عقلی طاقت وتوانائی پر ہے۔ البتہ اس بحث کی اہمیت میں اس وقت غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اسلامی فرقے اور جماعتیں اس عقیدہ کی حامل نظر آتی ہیں کہ قرآن مجید کی بعض متشابہ آیات بالخصوص صفات خداوندی کے بیان سے وابستہ آیات کونہیں سمجھا جاسکتا ہے ۔ پس یا تو قرآنی معارف کے اس حصے کی تفہیم میں عقل کے کردار کو پوری طرح معطل اور نظر انداز کردیا گیا ہے یا ان آیات کے ظواہر کو سمجھنے میں جمود ساطاری ہوگیا ہے جس کے نتیجے میں خداوند عالم کی تجسیم یعنی حامل جسم وجسمانیات (Personification) ہونے کا عقیدہ ، انبیاء علیہم السلام کے غیر معصوم ہونے کا عقیدہ اور خداوند عالم کے سلسلے میں عقیدۂ جبر وغیرہ کی ترویج عمل میں آگئی[1] دوسری فکر کے طرفداروں کے ذریعہ یہ کہاجانے لگا کہ قرآنی آیات کو فقط معصومین کی روایات کی روشنی میں سمجھنا چاہے کیونکہ غیر معصومین سے مروی

روایات بالکل باطل اور ناقابل اعتماد ہوں گی ۲؎

پہلا بنیادی اصول:

درحقیقت نزول قرآن کا بنیادی مقصد نسل انسانی کی ہدایت ورہنمائی اور اسے ہر ممکن تاریکی وگمراہی سے نجات فراہم کرنا ہے اور موجودہ تحقیق کا مفاد بھی ظلمات سے نور کی طرف لیجانا ہے۔ (سورہ مائدہ۔ ۱۶)اسی وجہ سے خداوند عالم نے اپنی اس کتاب کو کتاب ''ہدایت'' کتاب نور''اور'' کتاب رحمت'' اور کتاب'' شفا'' کے نام سے یادکیا ہے ۔ پس مکمل اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ جو کتاب بذات خودنور ہے اور روشنی پھیلانے والی ہے نیز جس کتاب کو خداوند عالم نے پوری دنیائے بشریت کی ہدایت کے لئے نازل کیا ہے وہ لوگوں کے لئے ناقابل فہم کیسے ہوسکتی ہے دوسری عبارت میں اگر کوئی عبارت انسانی عقل وسمجھ سے بالاتر ہوتو وہ قیامت تک لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کا فریضہ کیسے انجام دے سکتی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ قرآنی آیات وارشادات انسانی عقل وفہم سے بالاتر ہوں۔

دوسرا بنیادی اصول:

ہر دور اور ہر صدی میں دنیا کے تمام انسان قرآن کے مخاطب ہیں یہ کسی مخصوص گروہ یا جماعت سے تعلق رکھنے والی کتاب نہیں ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید نے''یا ایّھاالنّاس ''یاعبادٗ' یااھل الکتاب''،''یا بنی اسرائیل '' ، ''یا ایّھاالذین آمنوا'' اوریاایّھاالنّبی'' کہہ کر مخاطب کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر مخاطب قرآن سمجھنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے لیکن لازمی اصول وشرائط کی پیروی ضروری ہے ۔ پس یہ کہنا ہرگز درست نہیں ہے کہ قرآن کے مخاطب سبھی انسان ہیں لیکن اس کو صرف ایک مخصوص گروہ یا جماعت سے وابستہ افراد ہی سمجھ سکتے ہیں لہٰذا عام انسانوں کو چاہیے کہ وہ ان مخصوص لوگوں کے ذریعہ درک کریں۔ اس فکر کی تردید میں مندرجہ ذیل باتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

الف: قرآن کی زبان کی عمومیت کو ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ اس کتاب کو''نور'' اور''تبیادن'' کے نام سے یادکیا گیا ہے اور قرآن مجید نے اس کتاب کے سلسلے میں ''تدبر'' اور'' تحدی'' کی دعوت بھی دی ہے۔

ب: حدیث ثقلین میں مکمل وواضح لہجے میں سیرت نبوی کے ساتھ ساتھ ہی قرآن مجید کے ساتھ متمسک ہونے کی بات کہی گئی ہے اور اس بات پر کافی زور دیا گیا ہے کہ قرآن اور سنت میں سے کسی ایک سے ناوابستگی کا انجام گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے'' ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی'' ۳؎ یعنی میرے بعد جب تک تم لوگ دامن قرآن وسنت کو مضبوطی سے پکڑ رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ کہتے ہیں کہ اختلافی ہی نہیں بلکہ مطلق اطلاعات والی روایات کو بھی قرآن کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے کیونکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ ''کل شئی خائف کتاب اللّٰه باطل'' ۴؎ یعنی جس چیز سے کتاب خدا کی خلاف ورزی ہوتی ہو وہ باطل ہے۔ ائمہ معصومین علیہم السلام اپنے مخاطبین کو ہمیشہ قرآن سے رجوع کرنے کی تاکید کرتے تھے چنانچہ لوگ مختلف شعبوں میں مثلاً عقائد ومعارف، قانونی اور فقہی مسائل اور دیگر امور ومسائل زندگی میں قرآن سے رجوع کیا کرتے تھے۔ مثلاً امام صادق علیہ السلام سے سوال کرتے ہیں کہ یہ بات کہاں کہی گئی ہے کہ سر اور پیر کے ایک حصہ کا مسح جائز ہے۔ آپ نے فرمایا'' اے زرارہ! سر کے ایک حصہ کا مسح آیہ مبارک ''وَامْسَحُوا بِرُئُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ (سورہ مائدہ۔۶)'' میں کلمہ ''باء'' کے استعمال کی وجہ سے جائز ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اپنے سر اور پیروں کا مسح کریں۔ بالکل اسی طرح قانونی مسائل میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہ نے ایسی بہت سی آیات بطور شہادت پیش کی ہیں۔ باغ فدک ۵؎ کی بحالی وواپسی کے لئے انہوں نے اپنے خطاب میں اس طرح کے نمونے پیش کئے ہیں۔ اسکے علاوہ ایسی بیشمار مثالیں موجود ہیں جن کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عوام الناس قرآنی ارشادات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ ۶؎

اس سلسلے میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ ذہنی استعداد وصلاحیت کے بموجب قرآنی آیات کے درک وفہم کے سلسلے میں فرق ضرور پایا جاتا ہے اور یہ فرق مختلف افراد کی علمی روحانی سطح کے درمیان موجود فرق کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ قرآن کریم کوئی ایسی عام اور معمولی کتاب نہیں ہے کہ کوئی شخص اس کے سرسری اور سطحی مطالعہ کے بعد یہ دعویٰ کرنے لگے کہ وہ اس کتاب میں مندرج تمام موضوعات سے واقف ہوگیا ہے بلکہ حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو قرآن ایک ایسی گہری کتاب ہے جس سے ہر شخص اپنی روحانی ومعنوی استعداد کے مطابق فائدہ حاصل کرتا

ہے کیونکہ قرآن مکمل اور گہری سمجھ کے لئے بیچ میں حائل پردوں کو دور ہٹانے اور نفسانی اوصاف وملکات پر مکمل تسلط اور ٹھہراؤ قائم کرنے کی ضرورت ہے۔قرآن فہمی کی راہ میں درج ذیل حجابات کا ہٹانا لازمی ہے۔

۱۔ظلم : ارشاد خداوندی ہے'' وَمَا يَجحَدُ بَاياتِنَا اِلّاالظَّالِمُونَ" یعنی ہماری آیتوں کا انکار ظالموں کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا''وَجَحدُوا بِهَا وَاستَيقَنَتقهَا اَنفُسَهُم ظُلماً وَّعُلُواً'' (النمل۔۱۴)

یعنی اگرچہ ان لوگوں کو قرآنی آیات پر دلی یقین واطمینان تھا تاہم ظلم وتکبر کی وجہ سے انہوں نے ان آیات کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔

۲۔غرور وتکبر:

درحقیقت گناہوں کے پھل اور نتیجہ کا دوسرا نام استکبار یعنی غرور وتکبر ہے'' سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (اعراف۔۱۴۶)'' یعنی جلد ہی زمین پر ناحق تکبر کرنے والے لوگوں کے چہروں کو پلٹادوں گا۔

گناہوں سے بے توجہی: ''وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا (سورہ کہف۔۵۷)

یعنی اور اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا جس کو خدا کی آیتیں یاددلائی جائیں اور وہ ان سے روگردانی کرے۔ اور اپنے پہلے کرتوتوں کو جو اس کے ہاتھوں نے کیے ہیں بھول بیٹھے۔گویا ہم نے خود ان کے دلوں پر پردے ڈال دئے ہیں کہ وہ (حق بات کو) نہ سمجھ سکیں اور (گویا) ان کے کانوں میں گرانی پیدا کردی ہے۔

فسق : '' وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلاَّ الْفَاسِقُونَ (سورہ بقرہ۹۹) یعنی اور بیشک ہم نے تم پر کھلی ہوئی آیتیں نازل کیں اور ان سے فاسقون کے علاوہ کوئی انکار نہ کرے گا۔

کفروشرک: ''وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلاَّ الْكَافِرُونَ (سورہ عنکبوت آیت ۴۷)

اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے، پس وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا کی تھی، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ہماری آیتوں کا کوئی انکارنہیں کرتا سوائے ظالموں کے۔

نفس پرستی وتضحیک آیات الٰہی: وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (سورہ لقمان ـ ٦)

یعنی لوگوں میں سے کوئی ایسانہیں جوخریدار ہے بری باتوں کا، تاکہ بھٹکائے اللہ کی راہ سے بغیرعلم کے اور ان کی ہنسی اڑائے۔ اسی سورہ لقمان میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے'' وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (سورہ لقمان آیت ۷)

یعنی اور جب اس پر ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ روگرداں ہوجاتا ہے تکبر کرتاہوا اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں گرانی ہے۔ پس اسے درد ناک عذاب کی بشارت دیدیجئے۔ اس کے علاوہ سورہ محمد میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّى إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا أُوْلَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَائَهُمْ ـ ''(سورہ محمد آیت ۱۶) یعنی اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو آپ کی طرف کان لگا تاہے یہاں تک جب لوگ آپ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو یہ ان سے کہتا ہے جنہیں علم عطا کیا گیا ہے: ابھی اس (محمدؐ) نے کیا کہا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب پر اللہ نے چھاپا لگادیا ہے اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔

پس مذکورہ آیات کی روشنی میں یہ کہاجاسکتا ہے کہ اگرقرآنی تعلیمات اور الٰہی ارشادات سے لگاؤ ہے تو ظلم وجور، فسق وفجور، کفر وشرک، نفس پرستی وگناہوں سے بے توجہی اورغرور وتکبر سے پرہیزکرنا چاہئے کیونکہ ان اخلاقی مفاسد اور بدعنوانیوں کی موجودگی میں آیات قرآنی سے استفادہ ناممکن ہے۔

قرآن فہمی کی شرطیں:

ایک جہت سے قرآن کو سمجھنے اور اس سے بہرہ مہند ہونے کے لئے درج ذیل ملکوتی صفات اورشرائط لازم ہیں:

الف: خوف خدا:(۱) طٰهٰ ☆ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى ☆ إِلاَّ تَذْكِرَةً لِمَنْ يَخْشَى☆ (سورہ طہٰ آیات ۱ تا ۳) طٰہٰ ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ سختی اٹھاویں ، مگر اس لئے کہ نصیحت ہو اس کے لئے ، جو خدا سے ڈرتا ہے۔

ب: تقویٰ : وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَة لّلمُتّقِين ۔(سورہ الحاقہ ، آیت ۴۸)

اور یقیناً یہ ضرور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے ۔اسی طرح ارشاد ہورہا ہے ... وَاتّقُوا للّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰه، وَاللّٰهُ بِكُلّ شَئيٍ عَلِيِم اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تم کو تعلیم دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

ج: زندہ دل ہونا۔ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورہ انعام ، آیت ۱۲۲) کیا وہ ہے جو مردہ تھا ہم نے اس کو حیات دے دی اور ایسا نور دیا جسکے ذریعہ سے وہ لوگوں میں مثل اس کے چلتا ہے جو تاریکیوں ہو کر نکل نہ سکے۔

د: علم ویقین : فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (سورہ توبہ، آیت ۱۱) پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور ادا کریں زکوٰۃ تو وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں ۔ اورہم مفصل بیان کرتے ہیں اپنی آیتیں جاننے والی قوم کیلئے۔

ہ: طلب رضائے الٰہی: يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (سورہ المائدہ ، آیت ۱۶)

کتاب روشن سے اللہ اس کی جو پیروی کرے اس کی رضامندی کی ، سلامتی کی راہوں میں اور (وہ) انہیں تاریکی سے نور کی طرف لے آتا ہے ، اپنے حکم سے اور ان کی ہدایت کرتا ہے صراط مستقیم کی طرف۔

اور اسی طرح بواسطۂ میزان تفاوت ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک انسان میں روحانی سطح پر اعلیٰ ملکوتی صفات ہونے اور اس کے اوصاف رذیلہ سے اجتناب کرنے کی وجہ سے درک وفہم قرآن میں دوسروں کے مقابلہ میں اعلیٰ سطح کا فرق ہوتا ہے۔معصومینؑ جو کمال انسانیت پر فائز ہیں اور انسان کامل ہیں۔ بالاترین سطح درک وفہم قرآن پر فائز ہیں اور اس لئے اس امر میں اعلیٰ ترین

درجہ پر ہیں۔اپنے ظاہر کے ساتھ ساتھ قرآن کا باطن بھی ہے، یعنی الفاظ کے معنی ومطالب اپنی گہرائی اور گیرائی آپ رکھتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن کا ظاہر خوشنما ہے اور باطن عمیق ہر ایک اس تک نہیں پہونچ سکتا۔ اس امر میں بے شمار احادیث نبوی اور اہل بیتؑ دلالت کرتی ہیں۔ منجملہ ان کے رسول خداؐ سے مروی ہے کہ هو القرآن ! كتاب فيه تفضيل وبيان وتحصيل وهو الفصل ليس بالهزل وله وبطن مظاهره حكم وباطنه علم ، ظاهره انيق و باطنه عميق ۔۷

یہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ اس میں تفصیل وبیان اور تحصل امور موجود ہے، فیصلہ کرنے والا ہے اور بے کار کلام نہیں ہے۔ اس کا ظاہر ہے اور باطن (بھی) اس کا ظاہر حکم ہے اور باطن علم، اس کا ظاہر دلپزیر ہے اور باطن عمیق۔ اسی طرح امام جعفر الصادقؑ سے نقل ہوا ہے۔: كتاب الله عزوجل على اربعة اشياء على العباره ولا شاره والطائف والحقائق ، فالعباره للعوام والاشاره للخوا ص والطائف اولياء والحقائق انبياء ۸

کتاب خدا چار چیزوں پر ہے۔ عبارت، اشارہ لطائف اور حقائق پس عبارت عوام کے لئے اور اشارہ خواص کے لئے اور لطائف اولیاء کے لئے اور اس کے حقائق انبیاء کے لئے ہیں۔

ابن مسعود سے منقول ہے کہ پورا قرآن سات اہداف پر نازل ہوا ہے اور اس کے سوا کوئی اور ھدف نہیں ہے مگر یہ کہ (قرآن) کا ظاہرا اور باطن ہے اور یہ سچ ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ حامل علم ظاہر وباطن ہیں۹

حالانکہ قرآن کا ظاہر وباطن ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان دونوں میں رابطہ نہیں ہے! بلکہ قرآن کی ہر تفسیر بہ عنوان تفسیر باطن بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ اس لئے اسے آیات ظاہر کے مطابق بھی ہونا چاہئے۔ چنانچہ ظواہر آیات ایک طرف تو (اصل) قواعد عربی زبان کا اور دوسری طرف شریعت کی روح کلی اور اس طرح (معنی ومطالب) آیات قرآن کے ہم آہنگ و سازگار ہوں۔ اس لئے اگر ہم واضح طور پر سمجھنا چاہیں تو ہمیں موضوعات ظاہری وباطنی صاف صاف نظر آئیں گے۔ بعنوان ظاہر وباطن معنی ومطالب قرآن تک پہونچنے کے لئے قواعد وضوابط اور شرائط (قرآن فہمی) ہماری رہنمائی کرتے ہیں لیکن قرآن کے ظاہر

وباطن سے اسے صحیح طور پر اور اس سے معنی ومطالب اخذ کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ اولاً تو وہ عربی زبان کے مطابق ہو اور دوسرے یہ کہ وہ حاکم شریعت اور قرآن فہمی کے اصول وقواعد کے ہرگز مخالف نہ ہو۔ اس طرح کلی طور پر قرآن سے نسبت معانی کے دو رخ ہیں: ایک موافق قرآن اور دوسرا مخالف۔ اور ایک دوسرے قول کے پیش نظر مضامین میں سے بعض جن کی نسبت قرآن سے دی جاتی ہے۔ ان کی نہ تو قرآن مخالفت کرتا ہے اور نہ ہی ان سے ارتباط۔ مثلاً سورہ اسراء کی آیت ۲۳ میں یہ جو بیان ہوا ہے کہ'' فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفّ... (پس ان دونوں سے اف بھی مت کہو۔مراد یہ ہے کہ ماں باپ کو تنبیہ نہ کرو، ان کو دشنام نہ دو اور انہیں گرامی مرتبت جانو، موافق آیت ہیں، جبکہ اس کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں سے''اف'' بھی مت کہو۔[۱۰] اسی طرح سورہ النساء کی ۱۰ ویں آیت میں بیان ہوا ہے کہ اِنّ الَّذِیْنَ یا کُلُو ن اَمْوَالَ الْیَتٰمیٰ ظلماً ...(یقیناً وہ لوگ جو کھا جاتے ہیں یتیموں کے مالوں کوظلم سے...) اس آیت کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ جو کوئی بھی اموال یتیم کوظلم کی رو سے کھا جاتا ہے، اس کے دل میں آگ بھڑکتی ہے ۔ اس طرح اس آیت کی رو سے یہ کہنا ممکن ہے کہ مال یتیم کو جلانے والوں کی تحریم نہیں کی ہے، بلکہ انہیں آگ کے حوالے کیا ہے۔[۱۱]

اس طرح آیت نے ظلم کا بیان کرکے، اس سے روکا ہے۔ اور بعض مندرجہ بالا آیت کی بنیاد ہے پر کہتے ہیں کہ اگر کوئی مال یتیم میں سے دو پیسے بھی کھا جائے تو اس کی جگہ آتش جہنم ہے۔اور اگر اس سے کنارہ کشی کی تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اس پر اس طرح سے کوئی نص دلالت نہیں کرتی [۱۲] یا یہ کہ آیت وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلاَتُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِی الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لاَيُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا (سورہ النساء آیت ـ ٣٦)

اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قرابتداروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور ہم نشین اور مسافر اور اپنی لونڈی غلاموں کے ساتھ۔ یقیناً اللہ متکبر اور اپنی بڑائی آپ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت کی روشنی میں مختلف مراتب ہمارے سامنے آتے ہیں جو موافق آیت ہیں علامہ طباطبائی نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس آیت کا ظاہر رائج بت پرستی کی نفی ہے۔ خدا ارشاد فرماتا ہے۔... فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الاَوْثان ۔(سورہ الحج۔ آیت ۳۰)

پس اجتناب کرو بتوں کی گندگی سے) تعقل اور تجزیہ سے یہ آشکار ہوتا ہے کہ بت پرستی کو اس لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے خشوع وفروتنی غیر خدا کے لئے ہوتی ہے اور اس کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں کیونکہ بت خدا نہیں ہیں، اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ پتھر ہیں۔ چنانچہ خدائے متعال شیطان کی اطاعت کو اس کی عبادت میں شمار کرتا ہے۔ اس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَابَنِي آدَمَ أَنْ لاَتَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۔(سورہ یٰسین ، آیت ۶۰) اے نبی آدم ! کیا ہم نے تم سے یہ عہد نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا ، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) ایک اور تجزیہ کے بعد ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کا اپنے مابین اور دوسروں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اطاعت گزاری میں کوئی فرق نہیں ہے۔ غیر خدا کی اطاعت ہرگز نہ کرنا چاہئے اور نہ حکم خدا کے خلاف خود اپنے نفس کی ہوا وہوس کی۔ قرآن اشارہ کرتا ہے۔ اَفَرأَيتَ مَنِ التّخَذَ الٰهَهٗ هَوَاه ۱۲ (سورہ الجاثیہ، آیت)

کیا تم نے اسے دیکھا ہے جس نے قرار دے لیا۔ اپنا معبود اپنی خواہش کو..) غور وفکر اور تجزیہ کے بعد یہ اشکار ہوتا ہے کہ دراصل خدائے متعال کے علاوہ کسی اور کی طرف کوئی توجہ نہ کرنا چاہئے ، بلکہ اس بات سے ہمیشہ اور حتماً بچنا چاہئے ۔ ۱۳

مندرجہ بالا الفاظ کے ظاہری معنی اور حدود سے بالاتر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پیش رو افراد میں سے جو لوگ اس حقیقت کو نہ سمجھے وہ آیت کے معنی وتفسیر کے مصداق قرار پائے ۱۴ چنانچہ ان کے اخذ کیے ہوئے بعض عنوان ومطالب ، خود قرآن اور اصول لغت کے مخالف تھے۔ مثال کے طور پر قواعد (زبان) عربی سے نابلد جاہلوں نے کہا کہ قرآن نے عورت کا عقد مرد سے صرف تجویز نہیں کیا ہے، بلکہ جیسا کہ انہوں نے سورہ النساء کی آیت ۳ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ (تو نکاح کرلو جو تم کو مرغوب ہوں (ان) عورتوں میں سے دو دو تین تین اور چار چار) سے استدلال کیا اور کہا کہ آیت کی رو سے ان کی تعداد (۲+۳+۴) ۹ آتی ہے یا

یہ کہ سورہ مائدہ کی آیت ۳ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ. (اور تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت حرام ہے...) کے حوالہ سے انہوں نے گمان کیا کہ سورہ کی چربی حالال ہے جو سراسر غلط ہے یا یہ کہ سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۸۔ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ (یہ ایک تذکرہ ہے سب لوگوں کے لئے ہدایت ونصیحت ہے متقیوں کے واسطے)، کی بنیاد پر بیان ابن سمعان، قائد فرقۂ بیانیہ، نے دعویٰ نبوت کیا ۱۵ یہاں ایک فطری بات یہ ہے کہ نہ تو یہ باتیں آیت کے سیاق وسباق سے اور نہ قواعد لغت کے ذریعہ (معنی ومفہوم میں اور نہ علم منطق) سے اور نہ تاریخ نزول آیت سے مطابقت رکھتی ہیں۔ بیان ابن سمعان تو نزول قرآن ۱۶ اور اس آیت کے نزول کے بعد عالم وجود میں آیا تھا۔ پس اس لفظ ''ھذا'' سے اس نے کس بنیاد پر اس طرح کے اعلان کا ارادہ کیا۔

قرآن فہمی در اصل ایک '' تکامل سفر'' ہے اور یہ خصوصیت تکامل پزیر خود قرآن اور اس کے جاوداں ہونے کی دلیل ہے۔ سورہ مبارکہ توحید اور سورہ حدید کی شروع کی آیتوں ۳ تا ۶ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ☆ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ☆ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (وہی اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی پوشیدہ، وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔ وہ وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں، پھر آمادہ ہوا عرش (کے بنانے) پر وہ اسے بھی جانتا ہے۔ وہ اسے بھی جانتا ہے ، جو داخل ہوتا ہے زمین میں اور اسے بھی جو نکلتا ہے اس میں سے، اور اسے بھی جو کچھ نازل ہوتا ہے آسمان سے اور اسے بھی جو کچھ چڑھتا ہے اس میں۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اور اللہ اس کا ، جو کچھ تم کرتے ہو، دیکھنے والا ہے۔ اسی کے لئے بادشاہی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور اللہ کی طرف جملہ امور کی رجوع ہوتی ہے۔ وہی داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور وہی داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ اور وہی جاننے والا ہے۔ دلوں کی پوشیدہ باتوں کا۔ اس کے بارے میں امام سجادہ سے نقل ہوا ہے کہ خداوند عز وجل جانتا ہے کہ

دور مستقبل میں (ہمیشہ)تفکر وفکر عمیق کا خواہاں ہوگا۔ پس اس نے سورہ توحید اور سورہ حدید کی آیات کو نازل فرمایا۔ اور ہر ایک وہ کہ جس نے اس کی معرفت وتعلیمات سے تجاوز کرکے، قصد فکر کیا، ہلاک ہوا ۱۷ چنانچہ یہ اولیت مسالہ تکامل پذیری فہم قرآن کے باب میں عمل آوری کی تاکید کرتی ہے۔

قرآن کریم کا محافظ خدا ہے۔

قرآن میں تحریف ہرگز نہیں ہوئی۔ البتہ اس تحریف سے میری مراد تحریف معنوی نہیں بلکہ تحریف لفظی ہے۔ اس لئے کہ تاریخ کے دامن میں ایسے بے شمار افراد موجود ہیں جوخود اپنے ذاتی مقاصد کی خاطر معنی قرآن میں تحریف کے مرتکب ہوئے اور آیہ کریمہ ''مِنْ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَكِنْ لَعَنَهُمْ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلاَيُؤْمِنُونَ إِلاَّ قَلِيلًا ''سورہ نساء آیت ۴۶ (ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوگئے، بعض بدل دیتے ہیں کلموں کو ان کے ٹھکانوں سے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا اور سن جو سننے کے لائق نہیں اور ہمارا لحاظ کر اپنی زبانیں مروڑ کر اور دین میں طعنی کرنے کے لئے اور اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور سن اور ہم پر نظر فرما تو یہ ان کے حق میں بہتر اور درست تھا، ولیکن لعنت کی ان پر اللہ نے ، ان کے کفر کے سبب سے پس وہ ایمان نہیں لائے مگر تھوڑے سے) اور حدیث اقاموا حروفه و حرفوا حدوده (الفاظ تو وہ قائم رکھتے ہیں(ادا کرتے ہیں) اور (ان کے) حدود ۱۸ (مطالب معنوی) میں تحریف کرتے ہیں۔ مندرجہ حدیث تحریف معنوی پر دلالت کرتی ہیں ،۱۹ بیشک قرآن میں تحریف لفظی نہیں ہوئی ہے۔ حالانکہ حشویہ اور اخباریوں میں سے کچھ نے اس قول کو بیان کیا ہے، مگر علمائے شیعہ وسنی دونوں نے قطعی طور پر اسے رد کردیا ۲۰ اس پر آیت قرآن یہ کہہ کر تاکید کرتی ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْن (سورہ حجر آیت ۹) (یقیناً (ہم نے نازل کیا ہے قرآن کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں)اور یہ کہ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَائَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ☆ لاَيَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَمِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (سورہ فصلت آیت ۴۱۔۴۲) (یقیناً وہی لوگ ہیں

جنہوں نے اس نصیحت کو نہ مانا ، جو ان کے پاس آتی، حالانکہ یقیناً وہ ایک معزز کتاب ہے نہ جھوٹ اس کے آگے آسکتا ہے اور انہ اس کے پیچھے وہ نازل ہوئی ہے حکمت والے لائق تعریف (اللہ) کی طرف سے)

قرآن کے معنی ومطالب میں ذرا سا بھی تضاد موجود نہیں ہے، حالانکہ قرآن بتدریج کئی سال کی مدت میں نازل ہوا ہے، لیکن پھر بھی آیات کے مندرجات اور مضامین میں ایک دوسرے سے ذرا بھی فرق نہیں پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آیات قرآن ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے صحیح ہونے کی گواہی دیتی ہیں ۔تفسیر قرآن کی اساس خودقرآن پر ہے۔ متقابل آیات ہیں اور خود پیغمبر اکرمؐ اور مولاعلیؑ نے اس بات پر تاکید کی ہے۔ ۲۱ قرآن میں سورہ النساء کی ۸۲ ویں آیت ''اَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرآن، وَلَوْکَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہ لَوَ جَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافاً کَثِیْرا '(اور اگر وہ (قرآن) سوائے اللہ کے کسی اور کے پاس سے آیاہوتا تو ضرور وہ اس میں اختلاف کثیر پاتے) قرآن میں وجود اختلاف کے نہ ہونے کو واضح کرتی ہے۔

قرآن کی سنت وعترت سے جدائی ناپذیر ہے۔ سورہ نحل کی ۴۴ ویں آیت ''بِالْبَیِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُونَ (ساتھ معجزوں اور کتابوں کے اور نازل کیا ہم نے پر قرآن تاکہ آپ کھول کر بیان کردیں لوگوں کے لئے جو کچھ نازل کیا گیا ہے ان کی طرف اور تاکہ وہ غوروفکر کریں) کی بنا پر پیغمبرؐ کی قولی اور فعلی سنت تفسیر قرآن اور اس کو سمجھنے پر حجت ہے۔ اس ضمن میں مفسرین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔عترت اور خود پیغمبرؐ کی سنت اس پر دلیل ہیں۔ آیہ تطہیر ''اِنّمَا یُرِیْدُ اللّٰہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً (بیشک ! اللہ یہ چاہتا ہے کہ ہر قسم کی گندگی کوتم سے دور کردے اے اہل بیتؑ اورتم کو ایسا پاک کردے، جیسا پاک کرنے کا حق ہے نیز حدیث ثقلین کی بنیاد پر بھی پر اس میں کوئی شک نہیں کہ عترت وقرآن ساتھ ساتھ ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کا لازمہ ہیں ۲۲

قرآن اپنے مخاطب سے یہ امید کرتا ہے کہ وہ اس کی آیات میں تعقل ،تدبر اور غوروفکر سے کام لے، اور اس کا مقصد نسل انسانی کی ہدایت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔قرآن اپنے مخاطب

کومختلف النوع طریقوں سے الٰہی ارشادات سے آشنا کرتا ہے نیز قرآن میں ایسی بے شمار آیات موجود ہیں جن میں انسان سے غور وفکر کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر کِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْکَ مُبَارَکٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَکَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ (سورہ ص، آیت ۲۹)

جو کتاب ہم نے آپ پر اتاری ہے، بڑی برکت والی ہے، تاکہ لوگ غور وفکر کریں اس کی آیتوں میں، تاکہ نصیحت حاصل کریں عقل والے) بعض آیات انسان کو دعوت تفکر دیتی ہیں، جیسے کہ سورہ نحل کی ۴۴ویں آیت، جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ آیات قرآن میں اہمیت تعقل کا ذکر ہوا ہے مثلاً بقرہ کی ۱۷۱ ویں آیت کے اس ٹکڑے میں: صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَايَعْقِلُوْن (وہ بہرے گونگے اندھے ہیں، پس وہ غور وفکر نہیں کرتے) اسکے معنی یہ ہوئے کہ بہرے، گونگے، اور اندھے عقلی صلاحیت سے عاری ہیں اور حق کو نہیں سمجھتے دوسری طرف روشن فکر افراد کی توصیف ومدح سورہ رعد کی ۱۹ ویں آیت یہ کہہ کر کرتی ہے: أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْکَ مِنْ رَبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ هُوَ أَعْمَى إِنَّمَا يَتَذَکَّرُ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ (پھر کیا وہ شخص، جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ کے رب کی طرف سے وہ برحق ہے، اس کی مانند ہے جو اندھا ہو، سوائے اس کے نہیں کہ نصیحت حاصل ہی صاحبان عقل کرتے ہیں)۔ آیات قرآن سے بہرہ مند ہونے کے لئے شرائط کے ساتھ موانع کا بھی ذکر کرتی ہیں۔ آیات قرآن ہدف قرآن بیان کرتی ہیں، اور بیان کرتی ہیں کہ بہرہ مندی اور سازگاری کے لئے تعقل اور خردمندی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اندھی تقلید سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ دیگر باتوں کے علاوہ غفلت سے رہائی (سورہ یسٰین آیت ۴)، باطل کے مقابلہ حق کا بیان (سورہ نحل آیت ۶۴)، تقویٰ اور پرہیزگاری (سورہ زمر، آیت ۲۸) ورود رحمت خداوند متعال اور اسی کی ذات سے ہدایت گیری (سورہ نساء، آیات ۱۷۴-۱۷۵)، اور اس طرح کی بہت سی مختلف باتیں اقدامات قرآن میں سے ہیں۔

حوالے:

۱۔ تاریخ کی روشنی میں مختلف فرقے جیسے مشبھہ، مجسمہ، اشاعرہ اور وہابیہ وغیرہ۔

۲۔ اس طرح نمونہ کے طور پر فکر اخبار یہ

۳۔ محمد باقر مجلسی، بحار الانوار جلد ۲ دار احیاء التراث العربی، صفحہ ۴۰۱، ۱۴۱۲ھ

۴۔ محمد بن الحسنی وسائل الشیعہ ، دار التراث العربی،
۵۔ احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی، الاحتجاج ، انتشارات اسوہ، چاپ اول، ص ۲۵۳، ۱۴۱۳ھ
۶۔ عبد اللہ جواد آملی، تفسیر تسنیم ، انتشارات اسراء، چاپ اول، ج ا، ص ۹۷۔ ۹۰، ۱۳۸۷ھ
۷۔ محمد یعقوب کلینی ، اصول کافی ، دارالتعارف للمطبوعات ، ج ۲، ص ۵۶۴، ۱۴۱۱ھ
۸۔ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۱۷
۹۔ عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی ، الاتقان فی علوم القرآن ، ترجمہ سید مہدی حائری قزوینی ، ج ۲ ، ص ۵۸۹۔

۱۰۔ ذکر منطوق اور مفہوم میں تفاوت ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ لفظ منطوق محل نطق وگفتگو پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اگر اس کے ایک معنی ہوں ، اور اس کے علاوہ کوئی اور معنی ومنطق نہ ہو سکے تو اسے 'نص' کا نام دیتے ہیں، جیسا کہ سورہ بقرہ کی ۱۹۶ویں آیت میں بیان ہوا ہے۔ فَصِيَامُ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْکَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِکَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (تو روزے ہیں تین دن کے حج کے زمانے میں اور سات دن کے جب تم مراجعت کرو، یہ پورے دس دن ہوئے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جس کے عزیز موجود نہ ہوں مسجد الحرام میں اور اللہ سے ڈر اور جانو کہ اللہ شدید عذاب دینے والا ہے) اور اگر کسی لفظ کے معنی کسی بات کی طرف رجوع کریں اور اس پر منطبق تو اسے ظاہر کہے ہیں ، جس طرح سورہ بقرہ کی ۱۷۳ ویں آیت میں کہا گیا ہے: إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَعَادٍ فَلاَإِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (اس نے حرام کیا ہے تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ چیز جس پر نام لیا جاوے سوائے اللہ کے کسی اور کا پس جو شخص بے بس ہو، ظالم نہ ہو اور حد سے گزر جانے والا نہ ہو، تو اس پر گناہ نہیں ہے۔ بیشک ! اللہ بخشنے والا رحیم ہے کہ باغی پر جاہل اور ظالم ہونے کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن دور معنی میں غالب اور آشکار ہے، اور دلیل کی رو سے بامعنی مرجوع قرار پاتا ہے۔ کہ اسے تاویل کہتے ہیں ، جس طرح سورہ حدید کی چوتھی آیت ایک اچھی مثال ہے کہ.. وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (اور وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا دیکھنے والا ہے ، کہ نظر ظاہر سے دیکھنا تو محال ہے ، مگر ذات بندہ کے قریب ہے یہ منطق ہے کہ لفظ خود نطق پر

دلالت نہ کرے، اور دو رخی ہے: مفہوم موافق کا اور مفہوم مخالف کہ اس کی ایک اچھی مثال سورہ اسراء کی ۲۳ ویں آیت اس نوع کے موافق ہے۔ اس آیت میں والدین کے ساتھ احسان کرنے ان کی ناراضگی کے جواب میں اف تک نہ کہتے ، انہیں نہ جھڑکنے اور عاجزی اور مہربانی کے ساتھ ان کے سامنے آنے کی بات کہی گئی ہے۔

رک۔ : الاتقان ، جلد ۲ ،ص ۱۰۷۔ ۱۱۰)

۱۱۔سیوطی ، جلال الدین عبد اللہ، الاتقان جلد ۲،صفحہ ۱۰۹، ترجمہ مہدی حائری قزوینی ، انتشارات امیر کبیر ، ۱۳۶۳۔

۱۲۔ التفسیر، والمفسر ون، دار القلم ، چھاپ اول، جدل ۲،صفحہ ۳۳۷۔

۱۳۔قرآن در اسلام ، دفتر انتشارات اسلامی تہران، ایران ، ۱۳۶۱،ص ۳۳۔ ۳۴

۱۴۔دلائل ثبوت وجود باطن آیات اور اس ضمن میں عقیدہ مفسرین شیعہ وسنی کے لئے ملاحظہ ہو علی اکبر بابائی کا مقالہ بعنوان، باطن قرآن کریم ،فصلنامہ معرفت ،ش ۲۶،ص ۷ ۔۱۶

۱۵۔ یہ نظریات یہاں شریعت سنگلاخی (کلید فہم قرآن) سے نقل ہوئے ہیں۔

۱۶۔بیان ابن سمعان کا جو دور امام صادقؑ میں ان سات افراد میں سے تھا، جن پر امام نے (اس کے غلط دعویٰ نبوت کی وجہ سے) لعنت کی۔

فرقہ بیانیہ کے لئے ملاحظہ ہو سعد بن عبد اللہ ابی خلف الاشعری القمی کی المقالات والفرق،مرکز انتشارات علمی وفرہنگی ، دوسرا ایڈیشن ، ۱۳۴۰،ص ۳۷۔ ۳۸۔

۱۷۔ اصول کافی ، جلد ۱ ،ص ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ و ۳ ح

۱۸۔ روضۃ کافی، دار التعارف للمطبوعات، ۱۴۱۱،ص ۵۰، مولا علیؑ کے خطبہ ۱۷، نہج البلاغہ میں اس نوعیت کی تحریف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱۹۔محمد ہادی معرفت، صیانۃ القرآن عن التحریف

۲۰۔محمد ہادی معرفت، صیانۃ القرآن عن التحریف

۲۱۔حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے: ان القرآن لیصدق بعضہٗ بعضا فلاتکزبو بعضہ ببعض (بیشک قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا ہے۔اور نہیں کرتا ہرگز اس کا ایک حصہ کی تکذیب)، حدیث نمبر، ۲۸۶۱، کنزل العمال ، جلد۱ ،ص ۶۱۹، علی متقی الہندی، موسسہ الرسالہ، ۱۴۱۳۔

۲۲۔الحاکم الحسکانی ، جلد ۲، عبید اللہ بن عبد اللہ، شواہد التنزیل ، مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ، ۱۴۱۱، ص ۱۴۰ تا ۱۴۷۔

☆☆☆